کیونکہ دل کبھی دوست بنجاتا ہے اور کبھی دشمن ہو جاتا ہے - دوست و دشمن صنعت تضاد ہے جس کے دوسرے نام صنعت طباق اور صنعت مطابقہ ہین - دوستدار کو بلا اضافت پڑہنا چاہیے کیونکہ اس بیت مین تقابل پایا جاتا ہے یعنے مرزا نے مصرع ثانی مین دو چیزین بیان کی ہین - ایک چیز آہ اور دوسری نالہ - اُن کے تقابل مین بلحاظ ترتیب مصرع اول مین دوستدار اور اعتمادِ دل دو چیزین مطلوب ہین - دوستدار کو با ضافت پڑہین تو دل اوسکا بتدا ہوگا - اس حالت مین مصرع اول مین ایک ہی اسم مذکور ہوا اور تقابل کا لطف جاتا رہا - درحقیقت یہہ مضمون خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے - خواجہ رح فرماتے ہین ؎ شب تاریک بیم موج و گردابے چنین ہائل کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا - لیکن خواجہ کے شعر مین (حالِ ما) ایسا لفظ ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خواجہ آپ بیتی فرمارہے ہین جگ بیتی یا پر بیتی کی ٹھیک نہین - کیونکہ اسمین وہ کیفیت نہین جو خاص اپنے دل اور دماغ اور طبیعت مین پیدا ہوتی ہے - معلوم = فارسی کا محاورہ ہے بمعنی نیست اسکے معنی یہہ ہین کہ نہین ہے چنانچہ حیدری تبریزی کہتا ہے رباعی درکشورِ ہند شادی و غم معلوم ✤ آنجا دل شاد و جانِ خرّم معلوم ✤ جائیکہ بہیک روپیہ آدم نخرند ✤ آدم معلوم و قدرِ آدم معلوم یعنے کشورِ ہندوستان مین شادی اور غم نہین ہے اور وہان دلِ شاد اور جانِ خرّم نہین ہے اور آدمی نہین اور قدر آدمی کی نہین -

سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری	حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا

یعنے سادگی کے لئے پرکاری اور بیخودی کے لئے ہشیاری لازم ہے۔ کیونکہ حسن جو سادہ اور بیخود ہے عین تغافل مین جرات آزمائی کر رہا ہے جو پرکار اور ہوشیار کا کام ہے یعنے معشوقانِ حسین سادہ پرکار اور مست ہشیار ہین ان کو سادہ و مست نکہئے بلکہ پرکار و ہوشیار کہنا چاہئے کیونکہ اگر سادہ اور مست ہوتے تو جرات آزمائی نکرتے۔ یہان تغافل سے مراد سادگی اور بیخودی ہے۔ تغافل مین یعنے سادگی و بیخودی مین کیونکہ جو شخص سادہ و بیخود ہوگا وہ ضرور غافل ہوگا۔ سادہ حسن کے صفات مین سے ہے مگر بیخود حسن کی صفت میرے دیکھنے مین نہین آئی۔ اگر بیخودی کے معنی حیرت لئے جائین تو بھی حسن کی صفت حیران نہین ہو سکتی۔ یہہ الفاظ یعنے حسن حیران و حسن بیخود استادون کے کلام مین نہین دیکھے گئے۔ **پرکاری** = یعنے عیاری و طراری و مکاری۔ **بیخودی** = یعنے مدہوشی و حیرت سادگی و پرکاری اور بیخودی و ہشیاری مین واو ملازمہ کا ہے اور سادگی و پرکاری اور بےخودی و ہشیاری صنعتِ تضاد ہے۔ یہہ طرز گفتار فصحا کے پاس معیوب اور نہایت بدنما ہے کیونکہ صرف الفاظ بطور اشارہ رکھدئے ہین مقصود قائل مین بے انتہا تعقید ہے۔ نمعلوم مرزا صاحب کیا کہنا چاہتے تھے اور کیا کہہ گئے۔ اس شعر کا پہلا مصرع پورا فارسی ہے

مصرع سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری ٭

غنچہ پھر لگا کہلنے آج ہم نے اپنا دل	خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

غنچے اور دل مین تشبیہ تامہ اور تشبیہ حسی ہے اور اسی تشبیہ کیوجہ سے مرزا صاحب نے یہہ عمدہ مضمون پیدا کیا ہے غنچہ = گل ناشگفتہ کو کہتے ہین - بعض اہل تحقیق لکہتے ہین کہ غنچہ اصل مین گنجہ ہے اور مصدر گنجیدن سے بنایا گیا ہے کیونکہ غنچہ مین گنجیدگی اور گرد آوری ہوتی ہے - اور لہذا غنچہ بجیم عربی صحیح ہے نہ بجیم فارسی - اگرچہ یہہ تحقیق قرین قیاس ہے اور معقول معلوم ہوتی ہے مگر غنچہ بجیم فارسی کہنا چاہیئے کیونکہ یہہ لفظ اسیطرح گوش آشنا اور مشہور ہوگیا ہے - غنچہ بجیم عربی رکیک اور غیر فصیح ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اہل فصاحت نے اس لفظ مین گاف کی جگہ غین معجمہ اور جیم عربی کی جگہ جیم فارسی کو فصاحت کے لئے اختیار کیا ہے -

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنے	ہمنے بارہا ڈہونڈہا تمنے بارہا پایا

یعنے اے معشوق ہمارا دل تمہارے پاس ہے ہمارا دل ہمارے پاس نہین ہے - بلکہ تمہارے نزدیک ہے کیونکہ تم نے اسکو بارہا حاصل کیا ہے - اس شعر مین یعنے حشو قبیح ہے -

شور پند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا	آپ سے کوئی پوچہے تم نے کیا مزا پایا

یعنے شور پند ناصح سے ہمارا زخم عشق بڑہ گیا - جیسے زخم پر نمک چھڑکنے سے سوزش بڑہجاتی ہے مگر ناصح کا کوئی فایدہ نہوا لہذا ناصح نے فضول گوئی کی - یہہ رندانہ مضمون ہے - اس غزل کا وزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن ہے

اس بحر کا نام بحر ہزج مثمن اشتر ہے۔ یہان زخم کے حقیقی معنے جراحت مراد نہین ہین بلکہ مجازی معنے عشق و عاشقی اور اُسکی آوارگی مراد ہین۔ آپ سے یعنے ناصح سے یہان شور کے معنے غوغا و آشوب کے ہین اور چیز پر نمک و نمکین کو بھی شور کہتے ہین اگرچہ یہہ اخیر کے معنے اس شعر مین مقصود و مطلوب نہین ہین مگر لفظ نمک کے ساتھہ تناسب و مناسبت رکھتے ہین لہذا لفظ شور سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہوگئی اور چونکہ بے تکلف اور بلا تصنع واقع ہوی ہے لہذا نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ہے۔ صنعت **ایہام التناسب** کی تعریف یہی ہے کہ معنی غیر مقصود کسی دوسرے لفظ کے ساتھہ جو کلام کے اندر آیا ہے تناسب رکھے۔ اس شعر کا حاصل یہہ ہے کہ ناصحون کی نصیحت سے ہمارا عشق کم ہونیکے عوض زیادہ ہوجاتا ہے مرزا نے اس مضمون کو تمثیل مین بیان کیا ہے۔ عاشقون کی عادت ہے کہ نصیحت سننے سے نفرت ظاہر کرتے ہین۔

دل مرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا	آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا

سوز نہان = سوز اندرونی جو آتش عشق کیوجہ سے تہا۔ بے محابا بے ہراس و بلا اندیشہ خاموش و گویا صنعت تضاد ہے مگر یہان گویا ادات تشبیہ مین سے ہے۔

دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین	آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا